R. No. 2106/57 | Regd. No. L. 992.

انجمن ترقی اردو ہند کا ہفتہ وار اخبار

ہماری زبان

سن اشاعت

ٹیلی فون ۲۹
قیمت سالانہ
فی پرچہ نئے پیسے

جلد ۲۴ - شمارہ ۲۰	ایڈیٹر آل احمد سرور	۲۲ / مئی ۱۹۶۵ء

اداریہ

ترجمے کا فن

رابرٹ گریوز انگریزی کا ایک مشہور شاعر اور ادیب ہے اس نے کئی زبانوں کے شاہکاروں کا انگریزی میں ترجمہ کیا ہے۔ کئی ناول ایسے لکھے ہیں جن میں کسی پرانے زمانے کی روح کو زندہ کردیا ہے۔ حال میں مشہور انگریزی رسالے (ENCOUNTER) میں اس کا ایک مضمون شائع ہوا ہے جس کا عنوان ہے "ترجمے کے اخلاقی اصول"۔ اس مضمون میں وہ ترجمے کے یہ اصول بیان کرتا ہے۔

(۱) ایک مترجم کا پہلا فرض ہمیشہ یہ ہونا چاہیے کہ ترجمے کے کام کے لیے اپنی زبان کی مناسب سطح سے کام لے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ زبان میں سنجیدہ، عالمانہ، کاروباری، جاسوسانہ، ادبی، رنگین بہت سے ہلکے اور گہرے اسلوب ہوتے ہیں۔ موضوع کی مناسبت سے ترجمے کی زبان کا اسلوب طے کرنا چاہیے۔

(۲) قریبی زبانوں میں بعض الفاظ دھوکے پر فریب ہوتے ہیں ایک زبان میں اس کے معنی کچھ ہوتے ہیں دوسری زبان میں کچھ اور۔ اس معاملے میں قیاس سے کام لینا غلط ہے بلکہ صحیح معنی کا پتہ لگانا چاہیے اور اٹکل سے کام نہیں لینا چاہیے۔ مثلاً انگریزی میں (ACTUAL) لفظ ہے۔ اردو میں اس کے معنی حقیقی یا اصلی کے ہوں گے۔ ہسپانوی میں اس کے معنی معاصر کے ہیں۔

(۳) مترجم کا تیسرا فریضہ یہ ہے کہ وہ دوسرے کی تصنیف کو اسی احترام سے دیکھے جس سے وہ اپنی تصنیف کو دیکھتا ہے اور اس سے اسی طرح محبت سے پیش آئے۔ اسے اس کا تو حق ہے کہ وہ اگر چاہے تو پھیکے اور بے کیف حصوں کو کم کردے، مگر اپنی طرف سے کچھ بڑھانے کا اسے حق نہیں ہے

(۴) آخر میں اسے یاد رکھنا چاہیے کہ ترجمہ ایک شریفانہ جھوٹ ہے۔ یعنی یہ اصل کا مکمل مفہوم ادا نہیں کرسکتا کیونکہ اصل میں معنوی وحدت کا آہنگ جس طرح جادو کرتا ہے اس طرح نقل میں نہیں کرسکتا۔

گریوز کے چار نکات پر ہم دو کا اضافہ کرنا چاہتے ہیں۔

(۱) مترجم کو اپنی زبان پر غیر معمولی قدرت ہونی چاہیے۔ ہاں جس زبان سے وہ ترجمہ کر رہا ہے اس سے اچھی واقفیت تو لازم ہی ہے۔ اگر اپنی زبان پر قدرت ہے تو ترجمے میں تخلیق کی ایک شان پیدا ہوسکتی ہے۔

(۲) اپنی زبان پر قدرت کے معنی قریبی زبانوں سے اچھی واقفیت کے بھی ہیں۔ مثلاً اردو سے اچھی واقفیت کے لیے ہندی اور فارسی کے بہت اچھے علم اور سنسکرت اور عربی سے شناسائی کے ہیں اور اگر ایک عالمی زبان مثلاً انگریزی سے یاد اللہ ہو تو کیا کہنے۔

اردو زبان کی تخلیقی شان کو بڑھانے کے لیے بھی تراجم کی لے

اس شمارے میں

ترجمے کا فن	۱	علامہ اقبال اور نکلسن کے مابین مراسلت	
سیر بین	۲	تجاویز اختتامی جلسہ عام اردو مجلس مغربی بنگال	۸
مہاراشٹر میں مراٹھی کے بعد دوسری بڑی زبان اردو	۳	انجمن ترقی اردو کانپور کا ایک جلسہ	۹
نظیر اکبرآبادی کا مجموعہ کلام جو ہندی میں چھاپا جائے گا	۴	جدید نصاب ساز انجمن ترقی اردو و بنگلور (مہاراشٹرا)	۱۰
منشی دیا نرائن نگم کے تین غیر مطبوعہ خطوط	۴	کورٹس میں ہندی اور اردو	۱۱
پہلی اپریل کی رات	۵	شمالی کوریا کی طرف سے ...	۱۱
تاریخ	۵	انجمن ترقی اردو شاخ جمشید پوری کا اردو کتاب گھر	۱۱
آندھرا پردیش میں اردو	۵		
پولینڈ میں مشرقیات سے دلچسپی	۶	پنجاب میں اردو تحریک	۱۲
حکومت دہلی کا دوسرا وعدہ	۷	تبصرہ	۱۲

بڑھانی چاہیے۔ اور یہ تو ظاہر ہے کہ تراجم سے ہمیں دوسری زبانوں کے شاہکاروں کا علم ہوتا ہے، نئے خیالات ملتے ہیں، ذہنی افق وسیع ہوتا ہے اور زبان زیادہ جاندار اور کارآمد ہوتی ہے۔

اردو میں ہندوستانی زبانوں سے اور عالمی زبانوں سے تراجم کا سلسلہ اور بڑھنا چاہیے۔ اس طرح اردو اور ترقی کرے گی۔ یہ اور سرمایہ دار ہوگی اور ان ترجموں پر بھی ایسی ہی محنت کرنی چاہیے گویا اپنی زبان میں کوئی تصنیف ہو رہی ہے۔

سرزمین

ہمیں یہ دیکھ کر افسوس ہوتا ہے کہ پاکستان کے ارباب اقتدار ہندوستان سے نفرت کو اپنا شعار بنا چکے ہیں۔ وہ جب دیکھو ہندوستان کے خلاف کوئی نہ کوئی کارروائی کرتے رہتے ہیں۔ ہندوستان ایک امن پسند ملک ہے۔ وہ اپنے سب ہمسایوں سے دوستی کا خواہاں ہے۔ پاکستان سے تو وہ خصوصی طور پر اچھے تعلقات قایم کرنا چاہتا ہے مگر پاکستان برابر ہندوستان کو برا بھلا کہتا رہتا ہے اور ذرا سی بات پر کوئی نہ کوئی جھگڑا کر دیتا ہے۔ اب یہ رن کچھ کے واقعات کو لیجیے۔ اگر پاکستان کو سرحدی حد بندی کے سلسلے میں کوئی شکایت تھی تو وہ دوستانہ طور پر بات چیت کر کے معاملے کو طے کر سکتا تھا اور اگر اس سلسلے میں ضرورت ہوتی تو کسی دوست ملک سے بھی معاملات کو سلجھانے میں دوستانہ مشورہ ہو سکتا تھا۔ مگر پاکستان کی فوجوں نے بلا وجہ ہندوستانی سرحد کے اندر قدم رکھا اور لڑائی کی ابتدا کی۔ ظاہر ہے کہ کوئی ملک اپنی سالمیت اور عزت پر حملہ گوارا نہیں کر سکتا۔ اس سلسلے میں یہ معقول بات تھی کہ جنوری ۱۹۶۵ء میں جو صورت حال تھی اس کو بنیاد بنا کر آئندہ بات چیت کی جائے، مگر پاکستان اس سیدھے سادے معاملے میں بھی ہیر پھیر کر رہا ہے اور اس کی جنگی تیاریاں جاری ہیں۔ یہ صورت حال نہایت خطرناک ہے۔ ہندوستان سر باعزت اور منصفانہ سمجھوتے کے لیے ہر وقت تیار ہے مگر وہ ان جنگی تیاریوں سے مرعوب ہونے والا نہیں ہے۔ اب بھی وقت ہے کہ پاکستان معاملات پر ٹھنڈے دل سے غور کرے اور ہندوستان دشمنی کی یہ پالیسی ترک کرے۔ یہ سرحدی معاملات باہمی گفتگو سے با آسانی طے ہو سکتے ہیں۔ تلوار بے کھڑکھڑانے کا طریقہ بالآخر نقصان دہ ثابت ہوتا ہے

بڑی خوشی کی بات ہے کہ اردو کے مشہور محقق مالک رام نے اب ساہتیہ اکاڈمی میں اردو ایڈیٹر کی حیثیت سے کام شروع کر دیا ہے۔ ہم اکاڈمی کو اس موزوں انتخاب پر مبارکباد دیتے ہیں۔ ہمیں یقین ہے کہ نہ صرف اب اکاڈمی کی اردو کی کتابوں کی اشاعت بڑھے گی بلکہ مولانا آزاد کی تصانیف کی اشاعت کا پروگرام بھی تیز ہو گا۔ مالک رام صاحب نے غالبیات پر تحقیق کے سلسلے میں جو شہرت حاصل کی ہے وہ محتاج بیان نہیں مگر شاید عام طور پر لوگ یہ نہیں جانتے کہ موصوف عربی و فارسی ادب پر بھی بڑی گہری نظر رکھتے ہیں اور اس لیے ہمیں امید ہے کہ مولانا آزاد کی تصانیف ان کی نگرانی میں صحت کے ساتھ شایع ہوں گی۔ مولانا آزاد کے تمام شیدائیوں کا فرض ہے کہ اگر ان کے پاس مولانا کی کوئی غیر مطبوعہ تحریر ہو تو وہ مالک رام صاحب کو اس کی ضرور اطلاع دیدیں۔

مہاراشٹر میں مراٹھی کے بعد دوسری بڑی زبان "اردو"

بمبئی ۷ رمئی۔ مہاراشٹر کے محکمہ مردم شماری کی طرف سے سنہ ۱۹۶۱ء کی مردم شماری کے بارے میں جو اعداد و شمار جاری کیے گئے ہیں ان سے پتہ چلتا ہے کہ اس صوبہ میں ۱۶ زبانیں بولی جاتی ہیں۔ سب سے بڑی زبان مراٹھی ہے۔ مراٹھی بولنے والوں کی تعداد ۲ کروڑ سے زیادہ ہے دوسرے نمبر پر اردو ہے جسے ساڑھے سینتیس لاکھ افراد بولتے ہیں۔

باقی ۱۴ زبانوں میں سے ۸ زبانیں غیر مہاراشٹرین علاقوں کی ہیں، ان میں ہندی، گجراتی، کنڑ، تلگو، سندھی، مارواڑی، تامل اور پنجابی شامل ہیں چار زبانیں قبائلی ہیں۔

(سیاست جدید کانپور)

نظیر اکبر آبادی کا مجموعۂ کلام جو ہندی میں چھاپا جائے گا

آگرہ ۶ رمئی۔ آگرہ یونیورسٹی کا ہندی انسٹی ٹیوٹ عوامی شاعر نظیر اکبر آبادی کی نظموں کا ایک مجموعہ چھاپے گا۔ یہ کتاب ۳۰۰ صفحات پر مشتمل ہوگی اس میں نظیر کی نظموں کے بارے میں جدید تحقیق بھی شامل ہوگی۔ نظیر کی کچھ غیر مطبوعہ نظمیں بھی اس میں شامل کی جائیں گی۔ نظیر مسلمان تھے مگر انھوں نے ہندوؤں کے تہواروں اور میلوں کے بارے میں بھی نظمیں لکھیں۔ ہندی دیوی دیوتاؤں کے بارے میں ان کی نظمیں بہت مقبول ہوئیں۔

(الجمعیۃ دہلی)

ویریندر پرشاد سکسینہ

منشی دیانرائن نگم کے تین غیر مطبوعہ خطوط

منشی دیانرائن نگم کے یہ تین غیر مطبوعہ خطوط ٹھاکر چندر بھوشن سنگھ کے نام ہیں جو اردو کے بڑے مشہور اور کہنہ مشق نقاد اور افسانہ نگار ہیں لیکن اب جونپور میں گوشہ نشینی کی زندگی گزار رہے ہیں۔ منشی دیانرائن نگم سے آپ کی خط و کتابت کا آغاز شروع سال ۱۹۳۳ء سے ہوا لیکن اپریل ۱۹۳۴ء تک یہ خط و کتابت یک طرفہ ہی رہی یعنی منشی جی نے آپ کے خطوط کو قابل اعتنا نہیں سمجھا۔ اپریل ۱۹۳۴ء میں جب ان کا پہلا افسانہ "زمانہ" میں شایع ہوا تو منشی جی نے آپ کو ایک مفصل خط لکھا اس کے بعد آپ کے کئی افسانے "زمانہ" میں شایع ہوئے اور منشی جی کا دست طلب اتنا دراز ہوا کہ ۱۵ر جولائی ۱۹۳۵ء کو آپ دفتر "زمانہ" کے ایک رکن بن گئے۔ آپ کی ملازمت کا سلسلہ آپ کی خانگی تردّدات کی وجہ سے بیچ میں دو بار منقطع بھی ہوا۔ منشی جی نے ۲۰ر نومبر ۱۹۴۲ء کو وفات پائی لیکن آپ ۲۰ر جون ۱۹۴۲ء کو دفتر "زمانہ" سے الگ ہو چکے تھے۔ آپ کے پاس منشی جی کے "چالیس" خطوط محفوظ تھے لیکن اب صرف پچیس خطوط ہی محفوظ رہ گئے ہیں۔ پندرہ خطوط آپ نے حضرت محشر بدایونی کو بھیج دیے تھے جو منشی جی کی وفات کے بعد ان کے خطوط کا مجموعہ شایع کرنا چاہتے تھے۔ جہاں تک مجھے معلوم ہے حضرت محشر بدایونی نے منشی جی کے خطوط کا کوئی مجموعہ اب تک شایع نہیں کیا ہے۔ خطوط ملاحظہ فرمائیے یہ خطوط اردو ادب میں خاص اہمیت رکھتے ہیں

(۱)

بہرایچ ۲۰ر جون ۱۹۳۵ء

مائی ڈیر بھوشن جی تسلیم۔ میں ابھی تک بہرایچ ہی میں ہوں۔ آپ کا ۱۵ر جون کا خط مجھے کانپور سے کل ملا۔ میں یہاں سے ۲۲؍۲۳ کو کانپور جا رہا ہوں۔ وہاں پہونچ کر اور آپ کے ٹھہرنے کا انتظام کرکے آپ کو لکھوں گا۔ مجھے آپ کی ذات سے بہت امید ہے۔ دعا ہے کہ یہ سب توقعات پوری ہوں اور آپ کو مجھ سے مایوسی نہ ہو۔ آپ نے اپنی بابت جو کچھ لکھا ہے اس سے مجھے بڑی دلچسپی پیدا ہو گئی ہے۔ لیکن میرے بارے میں آپ نے جو تصور باندھ رکھا ہے وہ بہت کچھ مبالغہ آمیز ہے۔ میں بہت معمولی آدمی ہوں اور اس وقت حالات اور واقعات نے بہت کچھ دبا لیا ہے۔ شروع میں شاید میں بھی ایسا ہی حوصلہ مند اور پرجوش تھا محنت کا بھی بہت کچھ عادی تھا اور طالب علمی کے بعد بھی "زمانہ" کے بیچ میں نے بہت محنت کی اور مالی نقصانات بھی بہت اٹھائے جن کے نتیجے ان کی وجہ سے بہت زیر باری رہی۔ میرے بزرگ اس کام کے خلاف تھے اس لیے انھوں نے اس کام میں نہ مالی حیثیت سے اور نہ کسی اور طرح شروع میں میری مدد کی۔ اگر گھر کے کسی اور لڑکے کو میرے ساتھ کام کرنے کی اجازت دے دیتے تو آج شاید میں ایک بڑے پریس کا مالک ہوتا۔ میرا حساب (mathematics) ہمیشہ سے کمزور تھا میں ایڈیٹری اور منیجری دونوں کو تنہا سنبھال نہ سکا۔ "زمانہ" کی شان میں نے حتی المقدور ہمیشہ بالا رکھی ہے۔ اپنی خودداری بھی اب تک قائم کیے ہوئے ہوں لیکن ان دونوں کے لیے بہت گراں قیمت ادا کرنا پڑی۔ آپ نے ہندوستانی اکیڈمی وغیرہ کا ذکر کیا ہے۔ یہ بہت معمولی باتیں ہیں۔ اکیڈمی کی بنیاد بہت کچھ میری ذاتی کوششوں کا نتیجہ ہے۔ اخباری شہرت کی جتنی آپ قدر کرتے ہیں وہ بہت زیادہ ہے۔ بہرحال یہ کوئی قابل لحاظ باتیں نہیں۔ معمولی واقعات ہیں۔ میرے لڑکے ضرور لایق نکلے لیکن عرصہ تک ان کو خاندان کے ساتھ میں نے جو غفلت برتی ہے اس کا نتیجہ بھگتنا پڑے گا۔ لڑکوں کو جو کچھ نمود حاصل ہوئی وہ ان کی محنت شاقہ کی بدولت ہے۔ میں نے انھیں خلیق، دیانتدار اور خوددار بنانے کی ضرور انتہائی کوشش کی اور اس میں کامیاب بھی ہوا اگر ایشور کی مہربانی بھی کچھ کم نہیں رہی۔ درمیان میں ایک مقدمہ بازی کے سلسلے میں میری خاندانی جائداد بہت کچھ تلف ہو گئی۔ میں یہ سب باتیں اس لیے لکھ رہا ہوں کہ آپ کو یہ دھوکا نہ ہو کہ آپ کسی امیر کارخانہ یا متمول شخص کے ساتھ کام کرنے جا رہے ہیں۔ البتہ میرے یہاں اردو کی لیاقت بڑھانے کا سامان آپ کو کافی ملے گا اور پڑھنے کا مسالہ بھی بہت ہاتھ آئیگا گو اب میں پہلے کا سا محنتی نہیں رہا اور دنیوی جھگڑوں نے بھی بہت کچھ گھیر رکھا ہے۔

کانپور پہونچ کر اور آپ کے قیام وغیرہ کا ضروری انتظام کرکے میں آپ کو لکھوں گا۔ آپ جتنی محنت کریں گے اسی قدر زیادہ کامیاب رہیں گے۔ امید کہ مزاج بخیریت ہوگا۔ بشن نراین جی کی طبیعت اب اچھی ہے وہ بھی میرے ساتھ کانپور جا رہے ہیں دو ماہ کی مزید رخصت لی ہے اس کے بعد آخری اگست میں ان کی [illegible] اور تعیناتی ہوگی۔

کانپور میں میرا نام۔ محلہ نیا چوک متصل پریڈ گراؤنڈ کا پتہ کافی ہے۔ آپ جب آئیں گے تو میں اسٹیشن پر آدمی بھیج دوں گا۔

اس خط کی بدخطی معاف

زیادہ دعا
بندہ دیانرائن نگم

(۲)

کانپور ۱۴ر جون ۱۹۳۶ء

مائی ڈیر ٹھاکر صاحب تسلیم۔ آپ کا کارڈ اپریل میں آیا تھا

اس کے بعد ہی میں بنارس چلا گیا وہاں سے دو تین دفعہ آیا گیا۔ غرض آخر اپریل تک کندن بابو کی شادی میں وقت گذر گیا۔ مئی اور نصف جون مختلف تردداتِ میں ختم ہوا۔ اس سال ایک آدھ نئی فکریں پیدا ہو گئی ہیں۔ مگر یہ گرہستی کا جنجال جب تک زندگی ہے چلا جائے گا۔ ایشور کی مدد سے عارضی تردداتِ رفع ہو جائیں گی۔

مجھ کو آپ کی والدہ ماجدہ کے انتقال کی خبر سے بہت ہی رنج ہوا۔ آپ کی عمر تو ابھی کم ہے اور شروع سے آپ والد کے سایہ عاطفت سے بھی محروم رہے۔ مگر میرے دل میں ابھی تک والدہ کی موت کا رنج تازہ ہے۔ اسی لیے آپ کے رنج کا میں بخوبی اندازہ کر سکتا ہوں۔ البتہ ایک بات کسی قدر اطمینان بخش ہے اور وہ یہ کہ آخر وقت میں آپ ان کی خدمت میں موجود تھے اور ان کا کریا کرم بھی آپ ہی نے کیا۔ ایشور مرحومہ کو غریق رحمت کریں اور آپ کو شانتی دیں۔

تقریب میں آپ کی سب لوگوں کو یاد آئی۔ یہ ضرور ہے کہ اس حادثہ کے بعد آپ کا شریک ہونا مشکل تھا لیکن اصل بات یہ ضرور ہے کہ جب سے آپ گئے ہیں مجھ کو آپ کی اکثر بہت یاد آئی اور گھر میں بھی اکثر آپ کی خیر و عافیت پوچھتی رہتی ہیں۔ آپ جس طرح ہم لوگوں میں گھل مل گئے تھے اس سے سب لوگ آپ کو اپنا ہی سمجھنے لگے ہیں۔۔۔ میں نے بھی کبھی ملازمت کی حیثیت سے آپ کو نہیں سمجھا اس لیے خاص طور پر تعلق خاطر ہو گیا ہے۔ دل چاہتا ہے کہ کام کی غرض سے نہ سہی لیکن یوں ہی ملاقات کے خیال سے آپ سال میں دو چار دفعہ آجایا کریں اور دل بہلاؤ کے طریقے پر جو کام جی چاہے کریں۔ دفتر کا کام نہ سہی ایڈیٹوریل ہی سہی جس شعبہ سے آپ کو دلچسپی ہو اس کو اپنے دوران قیام میں اپنے ذمہ رکھیں۔ جب جی چاہے چلے جائیں۔ یہاں شروع ہی سے منشی درگا سہائے سرور صاحب سے اس قسم کے تعلقات رہے۔ کوئی وجہ نہیں ہے کہ آپ بھی اس ناچیز کارخانہ کو اپنا نہ سمجھیں۔ اس وقت تو پانی بھی برس گیا ہے گرمی کے دنوں میں تو مجھ کو بلانے کی ہمت نہ ہوتی تھی لیکن اب موسم ایسا خراب نہیں رہا ہے۔ جب آپ کا جی چاہے بلا تکلف چلے آجایئے آپ کے آنے جانے پر ممکن ہے کسی خاص علمی کام کا آغاز ہو جائے۔ آپ نے اپنے کارڈ میں بھی کانپور آنے کا ارادہ ظاہر کیا تھا بہر حال میرے آپ کے درمیان جو دلی تعلق پیدا ہو گیا ہے میں اس کو اپنی زندگی بھر کم سے کم ضرور قائم رکھنا چاہتا ہوں۔ آپ کے دل میں بھی مجھے امید ہے پوری گنجائش ہوگی۔ دفتر کا کام معمولی طور پر چل رہا ہے "زمانہ" کی تاخیر کا سلسلہ ابھی تک ختم نہیں ہوا لیکن آزاد اکثر جلد جلد نکل جاتا ہے۔ باقی سب حالات بدستور ہیں۔ امید آپ اچھی طرح ہوں گے اپنی خیریت سے مطلع کیجئے گا۔

دعا گو دیا نرائن نگم

(۳)

کانپور ۲۳ اگست ۱۹۳۸

مائی ڈیر ٹھاکر صاحب تسلیم آپ کا خط آیا تھا۔ قصہ بھی ملا اور شایع ہوگا۔ میری طبیعت ابھی تک معمول پر نہیں آئی بخار تو بارہ ہی تیرہ دن آیا لیکن اس دفعہ کمزوری دیر سے رفع ہو رہی ہے لیکن کوئی تشویش کی بات نہیں ہے۔ موسم بھی تو برسات کا ہے۔

"زمانہ" مارچ بھیجنے کو کہہ دیا ہے آپ کا پہلے والا قصہ بعد میں مگر جلد ہی شایع ہوگا۔ آپ نے آخر اگست یا شروع ستمبر میں آنے کو لکھا ہے اس سے خوشی ہوئی کیونکہ آپ کی اکثر یاد آتی رہتی ہے۔ میری رائے میں اگر آپ کو گھر پر کوئی خاص کام نہ ہو یعنی اگر آپ نے کسی خاص ذمہ داری کو اپنے سر نہ لیا ہو تو شوق سے دفتر میں چلے آئیے۔ جہاں تک میں نے غور کیا ہے اگر آپ کو ایڈیٹوریل صیغہ میں محدود کر دیا جائے تو آپ زیادہ کامیاب ثابت ہوں گے۔ "آزاد" کے لیے اقتباسات، آزادانہ ترجمے انتخابات، روزمرہ واقعات اور حالات آپ آسانی سے فراہم کر سکتے ہیں کاپی اور پروف دیکھنا بھی ضروری ہے اور زمانے کے ایڈیٹوریل صیغہ کی خط و کتابت غرض حساب کتاب سے علیحدہ رہ کر آپ توجہ سے اخبار و رسالہ کے اکثر کام کر سکتے ہیں رفتہ رفتہ ایڈیٹوریل بھی لکھنے لگیں گے۔ آپ چاہیں تو اس پر غور کیجئے گا۔

برج نرائن صاحب (ایڈیٹر روزنامہ لکھنؤ اخبار) بریلی آئے تو شوق سے تھے لیکن ڈیڑھ مہینے کے اندر معلوم ہوا کہ ان کی صحت کی حالت وقتاً فوقتاً بہت تشویش ناک ہو جاتی ہے اور جب دمہ کا دورہ پڑتا ہے تو دیکھنے والوں کو بڑی فکر لگا رہتا ہے کم سے کم مجھے تو بڑی پریشانی ہوئی خود بھی بیمار تھا اس لیے انھیں ناچار واپس ہی بھیجنا پڑا۔ غیرا

بابو رام چندر گیر اکلرک، ابھی دفتر میں نہیں۔ ایک اور صاحب کام کر رہے ہیں۔ باقی کلام صاحب (محمد یعقوب خاں کلام) دفتری عشرت دیال بدستور ہیں۔ آفس بوائے دوسرا ہے۔ نرائن بدستور ہے۔ گور بخش لکھنؤ میں اپنے کنبہ کی حالات سے بہت پریشان رہے۔ ان کی جگہ دو آدمی اور کام کر رہے ہیں۔ عبد الرحمن دفتر میں اور نور الدین گھر پر "زمانہ" کی کتابت کرتے ہیں اور کوئی حال تازہ نہیں ہے میں اب البتہ دفتر کے معمولی کاموں سے آزادی چاہتا ہوں۔ اس طرف دو ماہ میں شاید ہی سات آٹھ دفعہ دفتر گیا ہوں۔ اس دفعہ تیرتھ میں کہیں باہر نہیں جا سکا۔ بشن نرائن جی رکھا رہے ہیں وہ ڈاکٹر وں کا بھی مشورہ ہے کہ دس پندرہ روز کے لیے ضرور چلا جاؤں آپ اپنی آمد کی تاریخ سے اطلاع دیجئے تاکہ کوشش کروں کہ آپ کے زمانہ میں باہر نہ جاؤں۔ آپ کب تک آنے والے ہیں اس کے معلوم ہونے کے بعد میں بریلی جانے کا ارادہ کروں گا اس لیے جواب کا انتظار رہے گا۔ بہر حال اوپر کا کمرہ آپ کے لیے خالی رہے گا۔

امید کہ آپ خیریت سے ہوں گے۔

بندہ دیا نرائن نگم

کمار پاشی

پہلی اپریل کی رات

عجیب تھی وہ رات
سرد رات سے جو ہمارے رنگ میں نہ تھی
قریب تھی وہ موت
جس سے بچ کے ہم نکل گئے
ہمارے بعد کون ہے ؟
کوئی تو ہے کہ جس کی چاپ سے لرز گئے ہیں ہم

وہ تم نہ تھیں
تمہارے رنگ میں ہمارا وہم تھا
جو رات کی اتھاہ تیرگی میں یوں چمک گیا
کہ رنگ سے بکھر گئے
بکھر گئے

تو آؤ اس طرف چلیں
جہاں ہماری موت منتظر ہے
اس کی گود میں،
فسوں ہے ساحلوں کا
ساحلوں کی سرد رات کا
جو ہو بہو تمہارے رنگ کی طرح عجیب ہے
جو ہو بہو تمہارے جسم کی طرح اداس ہے

کوشش ابا شتی حسینی

تاریخ

بیان کرتا ہے یونان کا حسیں ماحول
کہ حق پرست کو پینا پڑا ہے زہر کا جام
یروشلم کے پہاڑوں سے آ رہی ہے صدا
کہ حق پرست کو دنیا نے دی سزائے صلیب
نکل رہی ہے دل کربلا سے یہ آواز
کہ حق پرست کے حلقوم پر چلا خنجر
سنا رہا ہے یہ جمنا کا ساحل خاموش
کہ حق پرست کو پستول مار دیتے ہیں
پہ حق پرست کسی طرح مر نہیں سکتا
زبان حق کو کوئی بند کر نہیں سکتا

آندھرا پردیش میں اردو

ریاست آندھرا پردیش میں اردو زبان کی اہمیت کو محسوس کرتے ہوئے چیف منسٹر نیلم سنجیوا ریڈی نے اردو کو دوسری علاقائی زبان کی حیثیت سے تسلیم کر کے جس وسیع النظری کا ثبوت دیا تھا وہ ایک ناقابل فراموش حقیقت ہے جب ہی سنجوایا چیف منسٹر ہوئے تو انھوں نے بھی نیلم سنجیوا ریڈی کے نقش قدم پر چلتے ہوئے اردو زبان کے تعلق سے حکومت کی پالیسی میں کسی قسم کا فرق آنے نہیں دیا۔ موجودہ چیف منسٹر برہمانند ریڈی بھی اردو کو دوسری علاقائی زبان کی حیثیت سے تسلیم کرتے ہوئے وقتاً فوقتاً نہایت ہی امید افزا بیانات دے چکے ہیں۔ چیف منسٹر کے ان حقیقت افروز بیانات کی روشنی میں اردو والوں کو یقین ہو گیا تھا کہ آندھرا پردیش میں اردو کا مستقبل تابناک رہے گا اور اردو زبان اپنے جائز اور مستحقہ مقام کو ضرور بہ ضرور حاصل کر لے گی۔ لیکن ۲۶ جنوری ۱۹۶۵ء کے بعد سے جنوبی ہند میں ہندی کے خلاف جو احتجاجی ہنگامے ہوئے ان کے پیش نظر مرکزی اور ریاستی حکومتوں کو زبان کے مسئلے پر از سر نو سوچنے پر مجبور کر دیا جس کے نتیجے میں ریاستوں میں علاقائی زبانوں کو بے حد اہمیت حاصل ہو گئی۔ چنانچہ چیف منسٹر آندھرا پردیش مسٹر برہمانند ریڈی نے بھی مجلس مقننہ کے اجلاس میں ایک طویل تحریری بیان دیا جس میں تلگو کو سرکاری زبان قرار دیتے ہوئے اس کو قانونی حیثیت دینے کی طرف اشارہ کیا گیا تھا۔ چیف منسٹر نے اپنے اس اہم بیان میں اردو زبان کے موقف کا کہیں ذکر نہیں کیا۔ البتہ عام انداز میں یہ ضرور کہا گیا کہ لسانی اقلیتوں کے لیے مادری زبان میں تحتانی تعلیم کی سہولتیں فراہم کی گئی ہیں۔ نیز بعض ارکان اسمبلی کے استفسار پر چیف منسٹر نے اتنا ضرور کہا ہے کہ اردو کو دوسری علاقائی زبان قرار دیا جا چکا ہے اور یہ موقف مستقبل میں بھی برقرار رہے گا اس میں کوئی شک نہیں کہ چیف منسٹر کا یہ تیقن اردو کے حق میں کافی امید افزا ہے لیکن جب تک اس زبانی تیقن کو قانونی حیثیت نہیں دی جاتی اردو کا مستقبل یقیناً غیر یقینی رہے گا۔ یہی وجہ ہے کہ آندھرا پردیش کے مختلف گوشوں سے اردو کو دوسری سرکاری زبان کا قانونی موقف دینے کا مطالبہ کیا جا رہا ہے اور ادھر کچھ دنوں سے اس مطالبے میں شدت بھی پیدا ہو گئی ہے۔

حال ہی میں چیف منسٹر صاحب نے تلنگانہ کے اضلاع میں اردو کو علاقائی زبان قرار دینے کے احکام بھی جاری کیے ہیں جیسا کہ چیف منسٹر کے اس مستحسن اقدام کو دیکھتے ہوئے یہ بات یقین سے کہی جا سکتی ہے کہ وقت سے پہلے پیش ہونے والے سرکاری زبان بل میں اردو کے قانونی موقف کی ضرور وضاحت کر دی جائے گی ہمیں یقین ہے کہ چیف منسٹر اپنی روایتی وسیع النظری کا ثبوت دیتے ہوئے اردو والوں کو مایوس نہ کریں گے۔ (اداریہ ماہنامہ پونم حیدرآباد)

مصنف: اسٹینس لاوپاویلٹرک
مترجم: شہریار

پولینڈ میں شرقیات سے دلچسپی

مراکش کی جدوجہد آزادی میں استقلال پارٹی کا کیا رول تھا؟ سنہ [illegible]ء میں ایک ترکی سیاح نے پولینڈ، کراکو اور وارسا کے بارے میں کیا لکھا تھا؟ قدیم ایتھوپیا میں تول اور میزان کے طریقے کیونکر ترقی کی ہے؟ آخری ہن سلطنت کے زمانے میں چین کے مختلف علاقوں میں تہذیبی کوششوں کا تجزیہ کیسے ممکن ہے؟ کیا اس مفروضے کا کوئی ثبوت ہے کہ تبتی زبان کا رشتہ قدیم سمیریوں کی زبان سے ہے؟

یہ اور اس قسم کے دوسرے سوالات اور مسائل ہیں جن پر یہاں کے ماہرین خصوصی توجہ دے رہے ہیں۔ تاریخی اور جغرافیائی دونوں اعتبار سے ان کی دلچسپیاں بہت وسیع ہیں۔ ان کا دائرہ ایشیا اور افریقہ کی ہزاروں سال پرانی تہذیبوں سے لیکر ہر لحظہ بدلتے ہوئے جدید عہد تک پھیلا ہوا ہے۔ موضوعات جب اتنے متنوع ہوں اور دائرہ کار میں جب مختلف علاقے اور عہد شامل ہوں تو طریقہ کار اور رویہ میں اختلافات کا پایا جانا ایک فطری بات ہے۔ ان ماہرین میں سے کچھ کو قدیم مصر سے دلچسپی ہے، کچھ کو اسلامی تہذیب سے رغبت، کچھ کو ترکوں کی زبانوں کے مطالعہ سے، کچھ کو ایرانی یا ہندوستانی ادبیات سے شغف ہے اور کچھ چین کی جدید تاریخ کے مطالعہ سے دلچسپی رکھتے ہیں۔ مشرق کی تاریخ کا تہذیب اور زبان کو جاننے اور سمجھنے کا جذبہ ان سب کو ایک لڑی میں پروئے ہوئے ہے۔ اور اس طرح یہ سب مستشرق ہیں۔ پولینڈ میں علوم مشرقیہ کی پرانی روایات ہیں۔ پولینڈ کی تین اہم درسگاہوں (وارسا، پوزنان، کراکو) میں مشرقیات کے شعبے قائم ہیں۔ پولش اکیڈمی آف سائنس میں بھی مشرقی تحقیق کا ایک مرکز ہے۔ لیکن تعلیم و تحقیق کے مذکورہ تمام ادارے پیشہ وروں کے سینٹر ہیں۔ مشرقیات کا سب سے اہم اور نمائندہ مرکز پولش سوسائٹی آف اورینٹلسٹ ہے جو ۱۹۲۲ء میں قائم کیا گیا تھا اور جو پولینڈ کے تمام سرگرم مشرق پرستوں کا گڑھ ہے۔

پولش سوسائٹی آف اورینٹلسٹ کی انعقادیں کانگریس جو وارسا میں منعقد ہوئی تھی ایک طرح سے اس سوسائٹی کی جوبلی تھی۔ اس نے مشرقیات کے سلسلے میں عوامی پولینڈ کی بیس سالہ سرگرمیوں کا جائزہ لیا اور کانگریس نے یہ فیصلہ کیا کہ سوسائٹی ان تمام مقاصد کو پورا کرنے میں کامیاب رہی ہے جن کے لیے اس سوسائٹی کا قیام عمل میں آیا تھا۔ مثلاً اس نے پولش علوم مشرقیہ کو بڑھاوا دیا اور عوام میں مشرقی ممالک کی تہذیبوں سے دلچسپی پیدا کی اور ساتھ ہی ساتھ ان ممالک سے تہذیبی اور سائنسی رابطہ رکھا۔ سوسائٹی نے یونیسکو، کلب آف انٹرنیشنل بک اینڈ پریس، پولش افریقی، پولش ہندوستانی، پولش چینی فرینڈشپ انجمنوں کے تعاون و اشتراک سے علمی اور اشاعتی کاموں کو جاری رکھا۔ ۱۹۴۸ء سے یہ انجمن اپنا ایک رسالہ شایع کر رہی ہے۔ شروع میں یہ رسالہ سال میں ایک بار شایع ہوتا تھا لیکن سنہ ۱۹۵۲ء سے یہ سال میں چار بار شایع ہونے لگا۔ ٹائٹل پر رسالہ کا نام پولش زبان کے ساتھ دوسرے رسم الخط میں عربی، سنسکرت اور چینی میں بھی لکھا رہتا ہے۔ اس میں مشرق کی تہذیبوں پر معلوماتی مضامین شایع ہوتے ہیں۔ نیز مغرب کے مشرق پر اور مشرق کے مغرب پر جو اثرات مرتب ہو رہے ہیں، ان کا جائزہ ہوتا ہے۔ مشرق کی جن بڑی تہذیبی شخصیتوں کو اب تک اس رسالہ میں خراج عقیدت پیش کیا جا چکا ہے، ان میں گاندھی، نظمی، وویکانند، سعدی، ٹیگور اور کچھ چینی مفکرین شامل ہیں۔ مشہور تاریخ داں اور مستشرق پروفیسر جے ریشین ۱۹۶۲ء سے پولش سوسائٹی آف اورینٹلسٹ کے صدر ہیں۔

مراسلات

حکومت یوپی کا دوسرا وعدہ

ہندوستان کے آزاد ہونے کے بعد ہی سے اردو کے فنا کرنے اور مٹانے کی جو منظم جدوجہد جاری ہے وہ اظہر من الشمس ہے۔ ہندوستان ایک جمہوری ملک ہے دیگر زبانوں کے ساتھ اردو کو بھی پھلنے اور پھولنے کا موقع ملنا چاہیے تھا لیکن وائے ناکامی کہ وقت امتحان ثابت ہوا۔ خواب تھا جو کچھ کہ دیکھا جو سنا افسانہ تھا۔ اردو کی تعلیم کے سلسلہ میں صوبہ یوپی کے موجودہ وزیر تعلیم کا پہلا بیان ۱۷ مارچ ۱۹۶۳ء کو ہوا کہ اگر کسی اسکول کے درجہ ۶ میں کم از کم پانچ طلبہ اردو کے خواہش مند ہوں گے تو ان کے لیے اردو کی تعلیم کا انتظام کیا جائے گا لیکن پرنسپلوں اور ہیڈ ماسٹروں نے گورنمنٹ آرڈر کو جس طرح ٹھکرایا اور محکمۂ تعلیم کے افسران جس خاموشی سے یہ منظر دیکھتے رہے اس کا نمونہ گورکھپور کے تین اداروں میں ملاحظہ فرمایئے۔

(۱) پرائمری اسکول این۔ای ریلوے اسکول گورکھپور میں مجموعی طور پر پچاس سے زیادہ طلبہ اردو پڑھنے کے خواہش مند ہیں دو سال سے مسلسل جدوجہد بھی کی جا رہی ہے اور اس اسکول میں اردو پڑھانے کے لیے پانچ کوالیفائڈ ٹیچر بھی موجود ہیں لیکن اسکول مذکور کے پرنسپل کسی قیمت پر اردو کی تعلیم کا انتظام کرنے کے لیے تیار نہیں ہیں طلبہ کے سرپرستوں کو یہ دھمکی بھی دی جا چکی ہے کہ اگر اپنے بچوں کی مادری زبان اردو لکھوائیں گے تو ان کا تبادلہ انصار اسکول میں کر دیا جائے گا جو وہاں سے دو میل کے فاصلے پر ہے۔ طلبہ کے سرپرستوں کا تحریری بیان میرے پاس موجود ہے جو کسی وقت بھی دیکھا جا سکتا ہے۔

(۲) بجے پور دیا انٹر کالج آنند نگر ضلع گورکھپور میں ۱۹۶۲ء کے پہلے سے ایک اردو ٹیچر مولوی عبدالوحید صاحب موجود ہیں جن سے اب دوسرے مضامین کا کام لیا جاتا ہے۔ ۶۳-۱۹۶۲ء میں کالج مذکور کے درجہ ۶ کے بیس طلبہ اور ۶۴-۱۹۶۳ء میں درجۂ مذکور کے پہلے دس ۱۲ طلبہ کے سرپرستوں نے اردو کا مطالبہ کیا اور محکمۂ تعلیم کے بھی ذمہ داروں کو درخواستیں دیں لیکن انتظام نہ ہوا۔ اس سلسلہ میں جب زیادہ شور و غل ہوا تو وہاں کے بنگالی پرنسپل صاحب نے افسران بالا کو یہ رپورٹ بھیج دی کہ ڈیشنل ٹیچر کا مطالبہ کیا گیا تھا اور طلبہ کی تعداد کم تھی اس لیے انتظام نہیں کیا گیا میں پوری قوت کے ساتھ بنگالی پرنسپل صاحب کے بیان کو چیلنج کر رہا ہوں اور تحریری طور پر یہ ثابت کرنے کے لیے تیار ہوں کہ پرنسپل مذکور کا یہ بیان بالکل ہی غلط ہے۔

(۳) نوتنواں انٹر کالج نوتنواں کے درجہ ۶ کے پندرہ طلبہ کے سرپرست شروع جولائی ۱۹۶۴ء سے اردو کی تعلیم کے لیے کوشش کرتے کرتے تھک گئے لیکن کالج مذکور کے پرنسپل نے اردو کی تعلیم کا انتظام کرنے سے صاف انکار کر دیا حالانکہ اردو ٹیچر کی تنخواہ کے لیے گورنمنٹ سے پیشگی امدادی رقم مل گئی تھی جسے پرنسپل نے واپس کر دیا اور یہ عذر کر دیا کہ اردو پڑھانے کے لیے میرے یہاں کوئی کمرہ نہیں ہے کیا برآمدہ کے کسی گوشہ میں بیٹھ کر ۱۵ طلبہ ہفتہ میں صرف چار پیریڈ نہیں پڑھ سکتے تھے محکمہ تعلیم کے ذمہ داران غور فرمائیں کہ ۱۷ مارچ ۱۹۶۳ء کے اعلان کا کیا اثر ہوا اب اسی اعلان کا اعادہ ۴ مارچ ۱۹۶۵ء کو بجٹ سیشن کے موقع پر وزیر اعلیٰ صاحبہ نے فرمایا ہے لیکن جب تک اردو کی مخالفت کرنے والے ہیڈ ماسٹروں و پرنسپلوں اور گورنمنٹ آرڈر سے غفلت برتنے والے افسروں کے خلاف کوئی موثر کارروائی نہیں کی جائے گی کوئی مفید نتیجہ برآمد نہ ہوگا۔

(عبدالحنان مظاہری گورکھپور)

علامہ اقبال اور ٹیگور کے مابین مراسلت

علامہ اقبال اور ٹیگور کے مابین مراسلت وغیرہ کے متعلق اگر کسی صاحب کو علم ہو تو از راہ نوازش اطلاع فراہم کریں سپاس گزار رہوں گا۔ (پرنسپل تارا چرن رستوگی طاہر، ہوالی کجی کالج گوڑہ، ملام)

تجاویز اختتامی جلسہ عام اردو ہفتہ مغربی بنگال

اردو ہفتہ مغربی بنگال کا آخری جلسہ یکم مئی ۶۵ء کو پانچ بجے محمد علی پارک کلکتہ میں ہوا، جس کی صدارت کلکتہ کارپوریشن کے میئر نے فرمائی۔ اس جلسے میں جو تجاویز پاس کی گئیں ان کا خلاصہ درج ذیل ہے۔

(۱) مغربی بنگال کے اردو دوستوں کا یہ جلسہ عام اس جارحیت کو جو ہندوستان کی سرحدوں پر جاری ہے تشویش کی نظروں سے دیکھتا ہے اور حکومت ہند کو اس امر کا یقین دلاتا ہے کہ ہم اپنی مادر وطن کے دفاع کے لیے ہر قسم کی قربانی کے لیے تیار رہیں۔

(۲) اردو دوستوں کا یہ جلسۂ عام اس امر کو نہایت رنج و افسوس کے ساتھ دیکھتا ہے کہ زبان اردو کو جو دستور ہند کی رو سے ہندوستان کی چودہ زبانوں میں شامل ہے، حکومت ہند اور مختلف ریاستی حکومتوں نے اب تک اس کا جائز مقام نہیں دیا ہے۔

یہ جلسہ ریاستی حکومتوں سے مطالبہ کرتا ہے کہ اب بغیر مزید تاخیر کے اردو والوں کے جائز حقوق جن کی دستور ہند نے ضمانت دی ہے اردو والوں کو دئے جائیں۔

(۳) اردو دوستوں کا یہ جلسۂ عام اس امر پر اظہار اطمینان اور مسرت کرتا ہے کہ ملک میں لوگ زبان کے مسئلہ کو اب جذبات سے ہٹ کر حقیقت کی نظر سے دیکھنے لگے ہیں اور غیر اردو داں عوام و خواص احساس کرنے لگے ہیں کہ اردو کے ساتھ اب تک ناانصافی کی جاتی رہی ہے اور اس کو اس کا جائز مقام نہیں دیا گیا ہے۔ اس کا ثبوت مختلف رہنمایان قوم کے بیانات بالخصوص ممبران پارلیمنٹ کا وہ توجہ نامہ ہے جو انھوں نے مختلف سیاسی پارٹیوں سے تعلق رکھتے ہوئے بھی اردو کی حمایت میں وزیر اعظم ہند کو حال ہی میں پیش کیا ہے۔ یہ جلسہ ان اردو دوستوں کا دلی شکریہ ادا کرتا ہے۔

(۴) یہ جلسہ عام اس مطالبہ کا اعادہ کرتا ہے جو انجمن ترقی اردو شاخ مغربی بنگال نے ریاست کی اردو بولنے والی آبادی کی جانب سے ۱۹۶۱ء میں حکومت مغربی بنگال کے سامنے پیش کیا تھا جس کی رو سے اردو کو بھی نیپالی کی طرح مغربی بنگال میں ثانوی سرکاری زبان کی حیثیت سے تسلیم کرنے کا مطالبہ کیا گیا تھا اور جس کے جواب میں آنجہانی ڈاکٹر بی۔ سی۔ رائے نے جو اس وقت وزیر اعلیٰ تھے یہ وعدہ فرمایا تھا کہ ۱۹۶۱ء کی مردم شماری کے مطابق جن علاقوں میں اردو بولنے والوں کی آبادی معقول ہوگی وہاں اردو کو ثانوی سرکاری زبان کی حیثیت سے تسلیم کر لیا جائے گا۔

اب جب کہ ۱۹۶۱ء کی مردم شماری کے اعداد و شمار شایع ہو چکے ہیں اور یہاں کی اردو آبادی میں پہلے کی بہ نسبت کافی اضافہ ہے، یہ جلسہ مطالبہ کرتا ہے کہ آنجہانی ڈاکٹر بی۔ سی۔ رائے کے وعدے کا پاس کرتے ہوئے ریاست کے اردو بولنے والوں کے اس معقول مطالبے کو جلد از جلد قانونی طور پر تسلیم کر لیا جائے کہ مغربی بنگال کے کم از کم ان علاقوں میں جہاں اردو بولنے والوں کی معقول آبادی ہے۔ وہاں نیپالی کی طرح اردو کو بھی علاقائی اور ثانوی سرکاری زبان قرار دیا جائے۔

(۵) ایسے اسکولوں اور کالجوں کی ریاست مغربی بنگال میں بہت کمی ہے جہاں اردو ذریعہ تعلیم ہو یا جہاں اردو پڑھائی جاتی ہو۔ اس لیے یہ جلسہ عام مطالبہ کرتا ہے کہ جن سرکاری اسکولوں اور کالجوں میں اردو کا انتظام بالکل نہیں ہے یا ناکافی ہے وہاں اس کا انتظام کیا جائے۔ یہ جلسہ پرائیویٹ اسکولوں اور کالجوں کے منتظمین سے بھی یہی درخواست کرتا ہے۔

(۶) اردو دوستوں کا جلسہ عام اس امر کو دیکھتے ہوئے کہ مغربی بنگال میں اردو داں طلبہ کے لیے ڈگری آرٹس، سائنس اور کامرس کالجوں میں داخلہ مشکل ہے یہ طے کرتا ہے کہ کلکتہ میں جلد از جلد "اردو کالج" کے نام سے ایک کالج قائم کیا جائے۔

(۷) رام کرشنا مشن، آشوتوش میموریل انسٹی ٹیوٹ آف انڈین لینگویجز، رام کرشنا مشن ایجوکیشن سنٹر اور کلکتہ یونیورسٹی میں دوسری مختلف ہندوستانی زبانوں کے ساتھ اردو زبان سکھانے کا بھی انتظام کیا جائے۔

(۸) ٹیچرس ٹریننگ کالجوں میں اور کارپوریشن ٹریننگ انسٹی ٹیوٹ میں اردو کی پڑھائی کا انتظام نہیں ہے۔ ان کالجوں میں اردو کی تعلیم کا بھی انتظام کیا جائے۔

(۹) اردو کے سوالات پرچے یونیورسٹی سے ایم۔ اے تک عموماً انگریزی میں دئے جاتے ہیں۔ یہ جلسہ مطالبہ کرتا ہے کہ اردو کے سوالات پرچے یونیورسٹی سے ایم۔ اے تک اردو ہی میں دئے جائیں۔

(۱۰) برابورن کالج کلکتے میں لڑکیوں کا واحد کالج ہے جہاں اردو تعلیم کا انتظام ہے لیکن وہاں اردو آنرز نہیں ہے۔ یہ جلسہ مطالبہ کرتا ہے کہ اس کالج میں اردو میں آنرز کلاس کھولے جائیں۔

(۱۱) ہائر سکنڈری کے لڑکوں کو امتحان میں اردو میں جوابات لکھنے کی اجازت ہے لیکن پری یونیورسٹی کے لڑکوں کو جس کا معیار بھی ایک ہی ہے اس کی اجازت نہیں ہے۔ یہ جلسہ مطالبہ کرتا ہے کہ ہائر سکنڈری کی طرح پری یونیورسٹی امتحانات میں بھی اردو میں جوابات لکھنے کی اجازت دی جائے۔

(۱۲) یہ جلسہ مطالبہ کرتا ہے کہ اسکول فائنل اور ہائر سکنڈری کلاس میں تیسری زبان کی حیثیت سے جہاں دوسری زبانیں پڑھائی جاتی ہیں وہاں اردو بھی پڑھائی جائے۔

(۱۳) یہ جلسہ مطالبہ کرتا ہے کہ آل انڈیا ریڈیو کلکتہ اسٹیشن میں اردو کا ایک علیحدہ شعبہ کھولا جائے اور یہاں سے اردو پروگرام روزانہ باقاعدہ نشر کیے جائیں۔

(۱۴) یہ جلسہ اس امر پر اظہار تشویش کرتا ہے کہ ریاست مغربی بنگال میں سرکاری طور پر اردو طلباء کی ابتدائی تعلیم کا مناسب انتظام نہیں ہے۔ اور مطالبہ کرتا ہے کہ جن علاقوں میں ابتدائی تعلیم کا اردو میں انتظام نہیں ہے وہاں اس کا انتظام جلد از جلد کیا جائے۔

(۱۵) یہ جلسہ کلکتہ کارپوریشن کی توجہ اس کے اردو پرائمری اسکولوں کی ناگفتہ بہ حالات کی طرف دلاتا ہے اور مطالبہ کرتا ہے کہ ان اسکولوں کی حالت میں جلد از جلد مناسب اصلاح کی جائے۔

(۱۶) یہ جلسہ محسوس کرتا ہے کہ مغربی بنگال کے اردو بولنے والوں کو اس ریاست میں ملازمتیں اور ان میں ترقیاں حاصل کرنے میں بے حد دشواریاں ہیں اس لیے یہ جلسہ مطالبہ کرتا ہے کہ اردو جاننے والوں کو اس سلسلہ میں مساوی مواقع دیئے جائیں۔ ساتھ ہی ساتھ یہ جلسہ اردو والوں سے اپیل کرتا ہے کہ وہ بنگلہ کی تعلیم بھی ضرور حاصل کریں تاکہ اس ریاست میں وہ مناسب مقام پیدا کر سکیں۔

(۱۷) اردو کی ترقی و ترویج اور اشاعت کی خاطر یہ جلسہ اردو دوستوں سے اپیل کرتا ہے کہ وہ اردو اخبارات، رسائل اور کتابیں خرید کر پڑھیں اور اردو اخبارات، رسائل اور چھاپہ خانوں کے مالکوں اور ناشروں سے بھی اپیل کرتا ہے کہ وہ اخبارات، رسائل اور کتابوں کا معیار ہر اعتبار سے بہتر کریں۔

(۱۸) یہ جلسہ مطالبہ کرتا ہے کہ ہندستان کی ان کل چودہ زبانوں کو جو دستور ہند کی آٹھویں جدول میں شامل کی گئی ہیں ترقی کرنے اور پھلنے پھولنے کے مساوی حقوق دیئے جائیں۔

(ایم۔ اے۔ مجید)

انجمن ترقی اردو کانپور کا ایک جلسہ

انجمن ترقی اردو کانپور کی مجلس انتظامیہ کا ایک جلسہ بتاریخ ۲ مئی ۱۹۶۵ء بوقت ۷ بجے شام حلیم مسلم ڈگری کالج کانپور میں زیر صدارت جناب محمد احمد صاحب رضوی پرنسپل کالج مذکور منعقد ہوا جس میں انجمن کے عہدیداران کا انتخاب کیا گیا اور پاکستانی جارحیت کی مذمت کی گئی۔

پاکستانی جارحیت کی مذمت:۔

(۱) ہم محبان اردو اپنی مادر وطن پر پاکستان کی قطعی نامناسب اور بے جا جارحیت کو حد درجہ ناپسندیدہ نگاہ سے دیکھتے ہیں اور اپنے ملک کی حفاظت کے لیے دامے درمے سخنے قدمے ہر خدمت و قربانی کے لیے تیار ہیں۔ قومی یکجہتی اور یگانگت، اردو جس کی نشانہی کی مثال ہے کہ ملک کے دشمنوں اور حملہ آوروں نے جس کو منتشر کرنے کی نامعقول کوششیں کی ہیں ہم ان کو ختم کرنے کا عزم مصمم رکھتے ہیں۔

(۲) انجمن ترقی اردو کانپور کا یہ جلسہ جناب پری پورانند صاحب صدر انجمن ترقی اردو اور دیگر عہدیداران کی خدمات کا اعتراف کرتے ہوئے ان کا انتہائی مشکور ہے اور انھیں ان خدمات کے لیے جو انھوں نے انجمن کے ذریعہ اردو کی تحریک کی ہے مبارکباد پیش کرتا ہے۔

عہدیداران کا انتخاب

صدر:۔ جناب ارجن اروڑا صاحب ممبر پارلیمنٹ

نائب صدر:۔ ۱۔ جناب محمد احمد صاحب رضوی ۲۔ جناب عزیز الحق صاحب دہلوی ۳۔ جناب چندر بھان ... صاحب ۴۔ جناب سردار خزان سنگھ صاحب

سکریٹری:۔ راؤ عبد السمیع خاں

جوائنٹ سکریٹری:۔ ۱۔ جناب ابراہیم آتش صاحب ۲۔ جناب سردار سنت سنگھ صاحب کالرا ۳۔ جناب خلیل اللہ صاحب وکیل

خازن:۔ جناب نذر محمد صاحب

محاسب:۔ جناب قاضی محمد علی صاحب

ممبران مجلس انتظامیہ ۱۔ جناب سی۔ این جوہان صاحب، وائس پرنسپل کرائسٹ چرچ کالج۔

۲۔ جناب کمال الدین احمد صاحب وائس پرنسپل حلیم ڈگری کالج

۳۔ جناب ایس۔ پی سنہا صاحب پرنسپل پی پی۔ این کالج

۴۔ جناب عبد الحی سوبیجو صاحب ۵۔ جناب بدر الدین احمد صاحب، پرنسپل حلیم انٹر کالج

۶۔ جناب محمد جمیل احمد صدیقی صاحب وکیل

۷۔ جناب نشور واحدی صاحب۔ ۸۔ جناب محمد یوسف صاحب۔ ۹۔ جناب ڈاکٹر بنواری لال صاحب۔ ۱۰۔ جناب ڈاکٹر عاصم حسین صاحب۔ ۱۱۔ جناب چودھری راجندر شنکر صاحب۔ ۱۲۔ جناب پری پورنا نند صاحب ورما

۱۳۔ جناب عبد العزیز صاحب انصاری۔

۱۴۔ جناب مسعود احمد صاحب بی ایڈ۔

۱۵۔ جناب علی رضا حسینی صاحب۔ ۱۶۔ جناب مختار عظیم صاحب۔

سرپرست معاونین۔ ۱۔ جناب رام لال گپتا صاحب۔

۲۔ جناب ایس۔ ایم بشیر صاحب

۳۔ جناب شیو نرائن ٹنڈن صاحب

۴۔ جناب حاجی ابو البرکات صاحب

۵۔ جناب سردار کرپال سنگھ صاحب

۶۔ جناب حاجی محمد سمیع صاحب

۷۔ جناب ابراہیم اشرف صاحب

۸۔ جناب وحید الدین صاحب۔

۹۔ جناب محمود حلیم صاحب۔

(محمد سمیع خان، سکریٹری انجمن ترقی اردو کانپور)

جلسہ انتخاب سالانہ انجمن ترقی اردو وینگورلہ (مہاراشٹر)

۴ مئی ۱۹۷۵ء کو علاقائی انجمن ترقی اردو مرشد آباد کے صدر مسٹر منظر علی خان ایڈوکیٹ برائے دورہ وینگورلہ پہونچے جن کا مقامی انجمن کے سربراہوں اور اردو دوستوں نے خیر مقدم کیا۔ گیارہ بجے سے جلسہ سالانہ کا آغاز ہوا جلسہ کی صدارت موصوف ہی نے فرمائی مسٹر کرشنا راؤ دیش پانڈے صدر انجمن ترقی اردو وینگورلہ ضلع رتناگیری نے اردو دوستوں کی جانب سے معزز مہمان کا خیر مقدم کیا جوش محمد آبادی صاحب علاقائی جوائنٹ سکریٹری نے انجمن کی سالانہ رپورٹ پیش کی۔ کرسی صدارت سے سرحدات پر پاکستانی فوجوں کی پر زور مذمت اور شہریوں کو خراج تحسین و عقیدت بذریعہ تحریک پیش کی گئی۔ حاضرین اجلاس نے کھڑے ہو کر قرارداد منظور کی۔ قرارداد پر تقریر کرتے ہوئے صدر جلسہ نے یقین دلایا کہ علاقائی سالمیت اور بقائے آزادی کے لیے ہم سب ہر طرح سے قربانی دینے کا عزم کر چکے ہیں۔

مقامی شاخ کے سالانہ انتخابات برائے سال ۷۶-۱۹۷۵ء بہت بحث کے بعد متفقہ طور پر عمل میں آئے جو حسب ذیل ہیں:

عہدیدار۔

(۱) کرشنا راؤ دیش پانڈے (صدر) ۔۔۔ (۲) الحاج ایس۔ اے۔ محمد خان سرویئر نائب صدر۔ (۳) شیام کینی سکریٹری ۔۔۔ (۴) زین العابدین بی کام ایل۔ ایل۔ بی ایڈوکیٹ، جوائنٹ سکریٹری (۵) سیٹھ سید قاسم خازن

ارکانِ عاملہ۔

(۱) پانڈورنگ راؤ ایڈوکیٹ۔ (۲) مدھوسدن راؤ بی۔ اے سی ایڈوکیٹ۔ (۳) شیو رام جی صاحب (۴) کشن راؤ بوار بی۔ اے۔ ایل۔ ایل۔ بی ایڈوکیٹ۔ (۵) محمد شرف الحق صاحب ایڈوکیٹ ۔۔۔ (۶) ہنمنت راؤ بی۔ اے۔ ایل۔ ایل۔ بی ایڈوکیٹ۔ (۷) شنکر راؤ صاحب بوسلے کرڈینیٹر (۸) رکمن پنڈ کر (۹) سید اختر حسن صاحب ولیش محمد (۱۰) شنکر راؤ صاحب مجلگر (۱۱) گنگادھر راؤ صدر تعلقہ کانگریس (۱۲) پنڈلک راؤ جیل صدر تعلقہ پنچایت (۱۳) سید ممتاز احمد صاحب زمیندار (۱۴) سردار عظیم سنگھ صاحب (صدر ادبی سنگم) (۱۵) قاضی حامد تنویر صاحب (۱۶) جوش محمد آبادی صاحب۔

صدر علاقائی انجمن مرشد آباد کے اعلان پر اجلاس نے تالیوں کی گونج میں اس انتخاب کو منظوری کا اظہار کیا۔ بعد ازاں موصوف کی صدارتی تقریر سے قبل اجلاس نے حسب ذیل قرارداد کو باتفاق رائے منظور کیا۔

تحریکات:۔

جلسہ میں شام کنول کی تحریک اور قاضی تنویر کی تائید سے ایک قرارداد منظور کی گئی جس میں حکومت مہاراشٹر اور ارباب ضلع پریشد سے مطالبہ کیا گیا ہے کہ وہ مدارس میں اردو جماعتوں کے لیے اردو دانوں کی کمی کو دور کرے و جزوی جماعتوں کے قیام کے سلسلے میں عاید کردہ قیمی پابندیوں کو برخواست کر دے۔ جناب شیو رام جی رکن انتظامی نے تحریک پیش کرتے ہوئے میونسپل کمیٹی وینگورلہ سے مطالبہ کیا کہ مقامی اردو کتب خانہ کی رقمی امداد کا انتظام کرے۔

صدر جلسہ مسٹر منظر علی خان نے اپنی صدارتی تقریر میں اردو دوستوں کو مبارکباد پیش کی کہ وہ اس عوامی زبان "اردو" کی بقا و ترقی کے لیے ایک دوسرے کے دوش بدوش سرگرم عمل ہیں۔ موصوف نے وینگورلہ کی انجمن کی کارکردگی اور ہمہ وقتی موثر نمائندگی کی ستائش کی۔ دو بجے یہ اجلاس شکریہ پر ختم ہوا۔ (آفس سکریٹری)

کوٹہ میں ہندی اردو مشاعرہ

کوٹہ ۲۸ ۔ ۲۹ ۔ اپریل کو کل ہند ، ہندی اردو مشاعرہ "جشن قیس" کے موقع پر زیر صدارت آنند نرائن ملا سابق جج الٰہ آباد ہائی کورٹ منعقد کیا گیا ، جس میں ہندوستان کے مشہور شعراء جناب سردار جعفری ، جناب رام کشن مضطر ایڈیٹر ملاپ دہلی ، جناب کرشن موہن دہلی ، جناب شاداب بمبئی ، جناب سرتاج رحمانی بمبئی ، صہبا صاحبہ حیدر آبادی نگار سلطانہ صاحبہ بمبئی ، شری نگم ، شری پانڈے نے شرکت فرمائی ۔ سامعین کی تعداد تقریباً دس ہزار تھی ۔

(سکریٹری جشن قیس)

شاخ کوٹہ کی طرف سے ملا صاحب کو استقبالیہ

۲۹ ، اپریل ۔ انجمن ترقی اردو کوٹہ کی جانب سے آنند نرائن ملا سابق ہائیکورٹ جج کے اعزاز میں سرکٹ ہاؤس کوٹہ میں استقبالیہ دیا گیا ۔ انجمن کے صدر جناب محمد حسین ایڈوکیٹ نے ملا صاحب کا استقبال کرتے ہوئے ملا صاحب کی خدمات پر روشنی ڈالی ۔ اس کے بعد ہی ایک نشست کا پروگرام زیر صدارت رانی لکشمی چونڈاوت ایم ۔ ایل ۔ اے راجستھان رکھا گیا ۔ جس میں شاداب صاحب ، سردار جعفری صاحب ، پروفیسر حافظ حکمت علی ایم ۔ اے نے اپنے کلام سے سامعین کو محظوظ فرمایا ۔ ملا صاحب نے اپنی غزل سنانے سے پہلے ایک مختصر سی تقریر فرمائی ۔ ملا صاحب نے فرمایا کہ راجستھان میں اردو کے لیے فضا ساز گار ہونے پر مجھے خوشی ہے ۔ اگر حکومت زبان کے معاملے میں دخل دینا چھوڑ دے تو جو زبان تیار ہو گی اس کو ہندی والے ہندی کہیں گے اور اردو والے اردو ۔ آج سے ۲۵ سال بعد اردو کی جو شکل ہندوستان میں ہو گی وہ ہندی سے بہت قریب ہو گی ۔ میری یہ خواہش ہے کہ راجستھان میں آپ نے جو فضا قائم کی ہے میرے صوبے میں بھی یہ فضا قائم ہو ۔ اتر پردیش میں جو فضا ہے وہ آپ سے پوشیدہ نہیں ہے حالانکہ اتر پردیش میں اردو بولنے والوں کی کافی بڑی تعداد ہے آبادی کا ۱/۴ حصہ ایسا ہے جس نے اپنی مادری زبان اردو بتائی ہے ۔ لیکن یہ فگرس بھی صحیح نہیں مانے جا سکتے کیونکہ مردم شماری میں میری زبان ہندی لکھدی گئی تھی میں نے کہا میری مادری زبان اردو ہے ہندی کس طرح لکھدی گئی ۔ کہنے لگے کہ سب ہندو کی زبان ہندی ہے اس لیے لکھدی گئی ہے میں نے اس کو کٹوا کر اردو کرا دیا ۔ نہ معلوم اور کتنوں کے ساتھ ایسا کیا ہو گا صحیح تعداد اگر درج کی جائے تو اردو والوں کی گنتی اور زیادہ نکلے گی ملا صاحب نے مزید فرمایا کہ یو ۔ پی میں سمول پوکس سے بچنے کے لیے مناسب ہدایتیں دی گئیں لیکن تعجب ہے کہ انگریزی اور ہندی اخبارات میں تو ان کو شایع کرا دیا لیکن اردو کے کسی پرچے میں ان کو شایع نہیں کروایا ۔ ۸۰ لاکھ آبادی چاہے دوسرے اخبارات سے فائدہ اٹھالیں لیکن اردو سے ان کو محروم رکھا گیا ۔ آپ نے سلسلہ تقریر جاری رکھتے ہوئے فرمایا کہ مادری زبان وہ ہوتی ہے جو ماں باپ سے ملے اور جس کو آزادی کے ساتھ لکھ سکیں اور پڑھ سکیں اگر یہ آزادی نہیں تو جس دیش میں ہم رہتے ہیں کس طریقے سے ہم اس کو مادر وطن کہہ سکتے ہیں آپ نے مزید فرمایا کہ آپ ہم کو کچل کر آگے بڑھ سکتے ہیں لیکن یکجہتی کیسے رہے گی ۔ ہندی کو ہم تسلیم کرتے ہیں لیکن ہم اپنی مادری زبان میں تعلیم اور لکھنا پڑھنا چاہتے ہیں اس کے بعد آپ نے ایک مرصع غزل سنائی ۔

اس کے بعد محمد حسین صدر انجمن ترقی کوٹہ نے کارکنان انجمن کی درخواست منظور فرما کر تشریف لانے اور بصیرت افروز تقریر فرمانے پر ملا صاحب کا شکریہ ادا کیا ۔

(عبد الرحیم ، سکریٹری انجمن ترقی اردو کوٹہ راجستھان)

انجمن ترقی اردو شاخ بھیمڑی کا "اردو کتاب گھر"

مقامی انجمن نے اردو کی کتابوں کی فروخت کے سلسلے میں حضرت دیوان شاہ صاحب رح کے عرس شریف میں ایک اردو کتاب گھر کھولا ۔ تقریباً گیارہ سو روپے کی کتابیں فروخت ہوئیں ۔ یہ بک اسٹال دو ہرے مقصد کے تحت قائم کیا گیا تھا عرس ۵ دن تک ہوتا ہے اور جس میں تقریباً ۵۰ ہزار زائرین شریک ہوتے ہیں ۔ کتاب گھر کا ایک مقصد تو اردو کی کتابوں کے فروخت میں تعاون کرنے اور دوسرا اردو اور انجمن کو فروغ دینا تھا ۔

مقامی انجمن مکتبہ جامعہ لمیٹیڈ شاخ بمبئی کی بے حد شکر گزار ہے کہ مکتبہ نے کتاب گھر کے لیے کتابیں فراہم کیں ۔

کتاب گھر میں ڈاکٹر مومن محی الدین صاحب کی تحقیقی اور علمی کتاب تذکرہ حضرت دیوان شاہ صاحب رح بھی فروخت کی گئی ۔ جس کو انجمن ترقی اردو شاخ بھیمڑی نے شایع کیا ہے ۔

انجمن کی آئندہ اشاعت "تذکرہ شعرائے اسلام آباد بھیمڑی" ہوگی ۔ جس میں بھیمڑی کے شعرا کی مختصر سوانح اور انتخاب کلام شایع کیا جائے گا ۔

(مومن یوسف حسن ، سکریٹری)

پنجاب میں اردو تحریک

نیوز پیپرز ایسوسی ایشن کی قرارداد۔

(۱) ڈسٹرکٹ نیوز پیپرز ایسوسی ایشن لدھیانہ نے اپنے حالیہ اجلاس میں اتفاق رائے سے ایک قرارداد پاس کی ہے جس میں اردو کو پنجاب میں اس کا جائز مقام دلانے کے لیے کی جاری کوششوں کو کامیاب بنانے کیلیے مکمل تعاون کا یقین دلایا ہے۔ قرارداد میں اردو زبان کی خوبیوں کا اعتراف کرتے ہوئے اس کی ضرورت اور اہمیت پر زور دیا گیا ہے۔ اور حکومت سے مطالبہ کیا گیا ہے کہ وہ جے پور اردو کانفرنس میں پنجاب سے متعلق پاس کی گئی قرارداد کی روشنی میں اردو زبان کی ترویج و ترقی کا انتظام کرے۔ اجلاس میں پاس ہوئی ایک دوسری قرارداد میں انجمن ترقی اردو دہلی کی جانب سے چلائی جا رہی تحریک کی مکمل حمایت کا اعلان کرتے ہوئے مطالبہ کیا گیا ہے کہ دہلی میں اردو کو جلد از جلد دوسری زبان کا درجہ دیا جائے۔

لدھیانہ میونسپل کمیٹی کا فیصلہ۔

(۲) پنجاب کے سب سے بڑے صنعتی شہر لدھیانہ کی میونسپل کمیٹی نے ایک تجویز کے ذریعہ پاس کیا ہے کہ آئندہ ایجنڈا اردو زبان میں بھی جاری کیا جایا کرے گا۔ کمیٹی کے بہت سے ممبروں نے اردو میں کمیٹی کا ایجنڈا جاری کرنے کا مطالبہ کیا تھا۔ امید ہے اور بھی کئی میونسپل کمیٹیاں اس کی پیروی کریں گی۔ پنجاب کی بیشتر میونسپل کمیٹیاں اپنی تمام کارروائیاں اردو میں کرنے کی خواہشمند ہیں مگر بھاشائی فارمولہ اور سرکاری دباؤ کی وجہ سے اس خواہش کی تکمیل سے معذور ہیں۔

سپیکر پنجاب اسمبلی کی اجازت۔

(۳) پنجاب ودھان سبھا کے سپیکر نے ممبروں کو اجازت دے دی ہے کہ وہ انگریزی کے علاوہ بھی اگر کسی دیگر ملکی زبان میں اپنی تحریک پیش کریں گے تو وہ داخل کر لی جائے گی جبکہ قبل ازیں ممبران کو اپنی تحریکات صرف انگریزی میں لکھ کر پیش کرنی پڑتی تھیں۔ توقع ہے کہ اردو جاننے اور اردو سے دلچسپی رکھنے والے ممبران اسمبلی اپنی تحریکات صرف اردو زبان میں پیش کیا کریں گے۔

پنجاب سرکار کا ایک اعلان۔

پنجاب سرکار نے اعلان کیا ہے کہ انگریزی، ہندی یا پنجابی کے علاوہ کسی اور زبان میں بھی کوئی تحریری عرضداشت موصول ہوگی تو اس کا جواب عرضداشت کی زبان میں ہی دیا جائے گا۔ اس اعلان سے پنجاب میں اردو کی گنجائش خود بخود نکل آئی ہے۔ اردو دوستوں کو اپنی جملہ درخواستیں اپنی محبوب زبان میں ہی تحریر کرنی چاہئیں۔

(سورج تنویر)

وحید اختر

تبصرہ

فردوسِ گوش

حضرت جوش ملسیانی کا یہ نیا مجموعۂ کلام مرکز تصنیف و تالیف نکودر نے شایع کیا ہے۔ جوش ملسیانی اردو کے ان بزرگ شعرا میں سے ہیں جنھیں متقدمین زمانہ میں شمار کیا جا سکتا ہے۔ وہ داغ کے ان گنے چنے شاگردوں میں سے ہیں جنھوں نے اردو زبان اور شاعری کی ناقابلِ فراموش خدمت انجام دی ہے۔ ان کی شاعری کی عمر بہت سے کہنہ مشق اساتذہ کی طبعی عمر سے بھی زیادہ ہے۔ اس طویل مدت میں انھوں نے اپنے رنگِ سخن کو وضع داری کے ساتھ نبھایا بھی اور زمانے کے تقاضوں سے ہم آہنگ ہونے کی بھی کوشش کی۔ ہم ان کی شاعری کو آج کے معیاروں اور پیمانوں سے نہیں ناپ سکتے۔ وہ نوح ناروی، احسن مارہروی، صفی، ثاقب، حضرت سیماب اور محروم ایسے شعرا کے ہم عصر اور معاصر ہیں۔ ان کے کلام کی وقعت کا اندازہ انھیں ان کے زمانے کے پس منظر میں رکھ کر ہی کیا جا سکتا ہے۔ وہ داغ اسکول کے شاعر ہیں اور بقول پنڈت دتاتریہ کیفی مرحوم ان کے کلام میں کوئی شعر کوئی مصرع کوئی لفظ ایسا نظر نہیں آیا جس پر حرف گیری ہو سکے۔ وہ زبان کے شاعر ہیں اور غزل میں اس رنگ کی نمائندگی کرتے ہیں جو داغ، امیر اور تسلیم و ظہیر سے مخصوص ہے۔ ان کی شخصیت اور زندگی کی طرح ان کی شاعری میں بھی سادگی ہے مگر اس سادگی میں صلابت اور رنگینی دونوں موجود ہیں۔ اپنی انھی خصوصیات کے لیے وہ بیخود دہلوی، ریاض، دل شاہجہانپوری، یگانہ، اور ایسے اہلِ زبان اور فن داں اربابِ سخن سے داد لے چکے ہیں۔ ان کے پہلے مجموعۂ کلام "بادۂ سرجوش" کو پڑھ کر یگانہ ایسے کافر نے اقرار کیا کہ "اگرچہ وہ رنگِ قدیم کے علمبردار ہیں مگر زمانۂ حال کے مذاقِ سخن کا پورا لحاظ رکھتے ہیں" ان کی اس فن کا یہی ثبوت کیا کم ہے کہ پنجاب میں رہنے کے باوجود انھوں نے آج سے نصف صدی قبل دہلی اور لکھنؤ کے اہلِ زبان سے خراجِ تحسین حاصل کیا۔ جوش ملسیانی کی غزل کسی تنقید و تبصرہ کی محتاج نہیں۔ زیرِ نظر مجموعے میں نہ صرف نئی غزلیں شامل ہیں بلکہ ان کے دو پرانے مجموعوں "جنون و ہوش" اور "بادۂ سرجوش" کا انتخاب بھی شامل ہے۔ اس انتخاب میں بھی ایک طرح ان کی پوری شاعری کا نچوڑ مل جاتا ہے۔ جوش صاحب کی قدیم اور جدید نظموں میں ایک ہی انداز بیان ملتا ہے مگر سیاسی موضوعات کا تنوع ضرور ہے۔ انھوں نے سیاسی سماجی اور قومی اہمیت رکھنے والے مسایل پر بھی نظمیں لکھی ہیں اور بچوں پر بھی، لیکن بیشتر نظموں کا موضوع تحریکِ آزادی اور اس کے رہنما ہیں۔ انھوں نے غزل کو عشق کیلیے اور نظموں کو سیاسی شاعری کیلیے برتا۔ ان نظموں کے مطالعے سے بھی اندازہ ہو سکتا ہے کہ بادۂ آزادی کی نظم اپنی ابتدا میں کن ارتقائی منزلوں سے گزری ہے۔ ۳۲۰ صفحات کے اس مجموعے میں ایک کہنہ مشق شاعر کی نصف صدی سے زیادہ مدت کی شاعری کا انتخاب ہے جسے سلیقے اور نفاست سے شایع کیا گیا ہے۔ کتابت طباعت اور کاغذ سب ستھرا ہے۔ آج بھی ہمارے شاعر ایسے اساتذہ کے کلام سے کم از کم زبان اور بیان کی نزاکتوں کا استعمال تو سیکھ ہی سکتے ہیں۔ ایک ایسے شاعر کی کتاب، جس کے ذکر کے بغیر پنجاب کی اردو خدمات کی تاریخ مکمل نہیں ہو سکتی۔ چھ روپے میں گراں نہیں۔